بسم اللہ الرحمن الرحیم

دینیات

برائے جماعت چہارم



پاپولر پبلشرز ○ لاہور

یے، پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ ○ لاہور

دِینیّات

برائے جماعت چہارم



ناشر

پاپولر پبلشرز ○ لاہور

برائے

پنجاب ٹیکسٹ بُک بورڈ ○ لاہور

تاریخ اشاعت	تعداد اشاعت	ایڈیشن
مارچ ۱۹۷۷ء	۵۰،۰۰۰	بار اوّل

تیارکردہ وفاقی وزارتِ تعلیم حکومت پاکستان و منظورشدہ وفاقی وزارتِ تعلیم حکومتِ پاکستان
بموجب سرکلر نمبر F.5 -11/74 - TEXT مورخہ 15 جنوری 1975ء

اِس کتاب کا مسوّدہ وفاقی وزارتِ تعلیم حکومتِ پاکستان
کے زیرِ اہتمام تیار ہُوا

مصنّفین :

۱- مولانا ضیاء القاسمی
۲- مولانا سیّد نجم الحسن کرّاروی

نظرثانی :

۱- مولانا محمّد میاں صدّیقی
۲- سیّد ابنِ حسن نجفی
۳- مولانا عبد القادر آزاد
۴- پروفیسر محمّد علی سانگی
۵- مِسز آمنہ ہالے پوتا

ایڈیٹر : حافظ محمد اجمل ۔ سینیئر ایڈیٹر (عربی و اسلامیات) پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ ۔ لاہور

ناشر : پاپولر پبلشرز ۔ چوک جین مندر ، پرانی انارکلی ، لاہور
طابع : ایم احسان الحق مطبع : نیوفائن پرنٹنگ پریس ، لاہور

فہرستِ مضامین

۴ تیسرا باب

۵ چوتھا باب

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

پیش لَفظ

حکُومتِ پاکستان نے قومی تعلیمی پالیسی مرتّب کر کے جو مدبّرانہ فیصلہ کیا اُس کے مُطابق اِسلامیّات / دِینیّات کے نصاب اور مقاصد کے تعیّن کی غرض سے عُلمائے کرام اور ماہرینِ تعلیم کے کئی مشترکہ اجلاس اِسلام آباد میں مُنعقد ہُوئے۔ غور و خوض اور بحث و تمحیص کے بعد یہ طے پایا کہ نصاب میں اِس بات کا خاص طور پر خیال رکھا جائے کہ اِس سے طلبہ میں اسلامی جذبہ اُبھرے، اللہ اور رسُول کی محبّت پیدا ہو، اِسلامی سیرت کی تشکیل میں مدد ملے اور وطنِ عزیز سے اُلفت پیدا ہو جائے اور فرض شناسی اور انسان دوستی پر مبنی ایسا معاشرہ تشکیل پائے جس پر ہم فخر کر سکیں۔

اِن کتابوں کی تالیف میں آسان زبان اور بچّوں کی نفسیات کو ملحُوظ رکھنے کے علاوہ مذکُورہ بالا مقاصد کو خصُوصیّت سے اہمیّت دی گئی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

دیباچہ

حکومت پاکستان کی وزارتِ تعلیم نے ۱۳ اکتوبر ۱۹۷۶ء کو دینیات کے بارے میں جو فیصلہ کیا ہے اِس کی روشنی میں یہ کِتاب لِکھّی گئی ہے۔

ہدایت برائے اساتذہ

اِس کتاب کے لکھنے میں اگرچہ اِس امر کا خاص لحاظ رکھّا گیا ہے کہ جماعت چہارم کے بچّے کے ذِہن سے بالاتر کوئی عبارت یا لفظ نہ ہو تاہم اگر کوئی چیز ایسی ہو جسے بچّہ نہ سمجھ سکتا ہو تو اُستاد کا فرض ہے کہ اُسے مناسب انداز میں سمجھائے۔

نصاب میں جماعت چہارم کے لیے ۲۷ تا ۲۹ پاروں کے ناظرہ پڑھانے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ اِس کے پڑھانے کی طرف خاص توجّہ کی ضرُورت ہے۔ نیز کتاب کے شرُوع کرنے سے پہلے "اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" کے بعد یہ دُعا "رَبِّ يَسِّرْ وَلَا تُعَسِّرْ وَتَمِّمْ بِالْخَيْرِ" پڑھانی چاہیے اور بچّوں کو ہدایت کی جائے کہ وہ جب سَبق یاد کرنے کے لیے بیٹھیں اور کتاب کھولیں تو اِس دُعا کو پڑھ لیا کریں۔

مصنّفین

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

پہلا باب

قُرآن مجید

۱۔ **ناظرہ**: پارہ ۲۷ تا ۲۹

۲۔ **حفظ** : آیۃ الکرسی، سورۃ القدر، سورۃ الکافرون، سورۃ الفلق، سورۃ الناس۔

قُرآن مجید اللہ تعالیٰ کی کِتاب ہے، یہ وہ کتاب ہے جو اُس نے اپنے آخری نبی حضرت محمد رَسُول اللہ صَلّی اللہ علیہِ وَآلِہٖ وَسلّم پر نازل فرمائی، دُنیا ہو یا آخرت اس میں دونوں جہان کی تمام باتوں کا ذکر ہے۔ یہ ہدایت اور برکت والی کتاب ہے، اِس کے پڑھنے اور پڑھانے میں بڑا ثواب ہے، جو اسے حِفظ کرتا ہے اُس پر اللہ تعالیٰ کی خاص مہربانی ہوتی ہے، اس کا ذِہن تیز اور حافظہ بہت اچھا ہو جاتا ہے۔ بچّو! تم بھی یہ آیۃ الکرسی اور چند سُورتیں یاد کر لو۔

آیَۃُ الْکُرْسِیّ

اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ج اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ج لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ ط

لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ط مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ

عِنْدَہٗٓ اِلَّا بِاِذْنِہٖ ط یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَمَا خَلْفَھُمْ ج

وَلَا يُحِيطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ
كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَ
هُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ○ قرآن مجید کی اس آیت کو عام طور پر آیت الکرسی کہا جاتا ہے۔

سُوْرَةُ الْقَدْرِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ○ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا
لَيْلَةُ الْقَدْرِ ○ لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ○
تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِّنْ كُلِّ
اَمْرٍ ○ سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ○

سُوْرَةُ الْكٰفِرُوْنَ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ○ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ○ وَلَآ

اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ ۚ﴿۳﴾ وَ لَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدۡتُّمۡ ۙ﴿۴﴾
وَلَاۤ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ ؕ﴿۵﴾ لَكُمۡ دِيۡنُكُمۡ وَلِىَ دِيۡنِ ﴿۶﴾

سُوۡرَةُ الۡفَلَقِ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِ ۙ﴿۱﴾ مِنۡ شَرِّ مَا خَلَقَ ۙ﴿۲﴾ وَمِنۡ
شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۙ﴿۳﴾ وَ مِنۡ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِى الۡعُقَدِ ۙ﴿۴﴾
وَ مِنۡ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ﴿۵﴾

سُوۡرَةُ النَّاسِ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ﴿۱﴾ مَلِكِ النَّاسِ ۙ﴿۲﴾ اِلٰهِ النَّاسِ ۙ﴿۳﴾
مِنۡ شَرِّ الۡوَسۡوَاسِ ۙ الۡخَـنَّاسِ ۙ﴿۴﴾ الَّذِىۡ يُوَسۡوِسُ فِىۡ صُدُوۡرِ
النَّاسِ ۙ﴿۵﴾ مِنَ الۡجِنَّةِ وَالنَّاسِ ﴿۶﴾

دُوسرا باب

نَماز

نماز تمام عِبادتوں کی بُنیاد ہے۔ اسے عِبادتوں میں سب سے زیادہ اہمیّت حاصل ہے۔ نماز اللہ تعالیٰ کی سچّی محبّت اور فرمانبرداری کی نشانی ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ پہلا سوال نماز ہی کے بارے میں کرے گا، اس لیے ہمیں خُود بھی نماز پڑھنا چاہیے اور دُوسروں کو بھی نماز پڑھنے کی ہدایت کرنا چاہیے۔ نماز ایسا اہم فرِیضہ ہے جسے کِسی حالت میں چھوڑنے کی اجازت نہیں۔ بِیماری کی حالت میں بھی نماز نہیں چھوڑنا چاہیے۔ اگر کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھی جا سکے تو بیٹھ کر اور بیٹھنے کی طاقت نہ ہو تو لیٹ کر نماز ادا کرنا ضرُوری ہے۔ بچّو! بچپنے سے نماز کی عادت ڈالو اور زِندگی بھر اسے نہ چھوڑو تاکہ تم دُنیا میں نیک اور آخرت میں سُرخرُو ہو۔

دن رات میں پانچ نمازیں مُسلمان پر فرض ہیں۔ جِن کے نام یہ ہیں (۱) نمازِ فجر (۲) نمازِ ظُہر۔ (۳) نمازِ عَصر (۴) نمازِ مغرب (۵) نمازِ عِشاء۔ بہتر یہ ہے کہ نماز جماعت کے ساتھ ادا کی جائے۔

نَماز کے آداب اور فوائِد

نماز کے کچُھ آداب ہیں جن میں جسم کے ضرُوری حِصّوں کو ڈھانپنا، جگہ، جِسم اور لباس کا پاک ہونا، وُضُو کرنا اور قبلہ کی طرف منہ کرنا ضرُوری ہیں۔ نماز کے بہت سے فائِدے ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں:۔

۱۔ نماز پڑھنے سے وقت کی پابندی کی عادت پڑتی ہے۔

۲۔ نماز پڑھنے والا ہمیشہ پاک صاف رہتا ہے۔

۳۔ نمازی دن میں پانچ مرتبہ وُضُو میں منہ ہاتھ دھوتا ہے جس سے اِس کی تھکن دُور ہو جاتی ہے اور چہرہ تروتازہ رہتا ہے۔

۴۔ نمازی کے عِلم، ایمان اور دَولت میں اللہ تعالیٰ برکت دیتا ہے۔

۵۔ ہر شخص نمازی کو عِزّت کی نِگاہ سے دیکھتا ہے۔

۶۔ نماز بُری باتوں سے روکتی ہے۔

۷۔ نماز مومن کی مِعراج ہے۔

۸۔ نماز دِین کا ستُون ہے۔

۹۔ نماز سے دِل کو سُکُون مِلتا ہے۔

۱۰۔ نماز آخرت میں نجات کا ذریعہ ہے۔
۱۱۔ نماز سے مُصیبتیں اور بلائیں دُور ہوتی ہیں۔
۱۲۔ نماز پڑھنے والے کی دُعائیں قبُول ہوتی ہیں۔
۱۳۔ نماز سے دل میں اللہ کی محبّت پیدا ہوتی ہے۔
۱۴۔ نماز پڑھنے والا اللہ سے ڈرتا ہے اور بُرے کاموں سے باز رہتا ہے۔
۱۵۔ نماز پڑھنے والا اللہ تعالیٰ کا شُکر ادا کرتا ہے جس سے اُسے اللہ کی نِعمتیں حاصل ہوتی ہیں۔
۱۶۔ نماز سے ہر کام میں نظم و ضبط اور ترتیب کا سبق مِلتا ہے۔

نمازِ جُمعہ

روزمرّہ کی نمازیں اپنی قریب کی مسجد میں پڑھی جاتی ہیں جِس کی وجہ سے محلّہ والوں اور پڑوسیوں سے میل جول بڑھتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ تو یہ چاہتا ہے کہ ہمارے دوستوں کا حلقہ بڑھے ہم زیادہ سے زیادہ اپنے بھائیوں سے مِل کر اُن کے تجربوں سے فائِدہ اٹھائیں۔ زیادہ سے زیادہ لوگوں سے تعلّقات پیدا کر کے ایک دُوسرے کا دُکھ درد بانٹیں اور آپس میں ایک دُوسرے کو دینی اور دُنیاوی نفع پہنچانے کی کوشش کریں۔ معلُومات

میں زیادہ سے زیادہ اِضافہ ہو، آپس میں اتفاق اور اتّحاد پیدا ہو، غیر مُسلموں پر دینِ اسلام کی شان ظاہر ہو اور دُشمنوں پر رُعب قائم ہو۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ہمیں حُکم دیا ہے کہ ہم جُمعہ کے دن ظہر کے وقت جامع مسجد میں جمع ہوں اور نمازِ جُمعہ ادا کریں۔

نمازِ جُمعہ دو (۲) رکعت ہے، اِس میں نماز سے پہلے دو خُطبے پڑھے جاتے ہیں جن سے ہر مُسلمان کو ہفتے میں ایک بار روزمرّہ کے فرائض کی تعلیم مِل جاتی ہے۔ جُمعہ کے دِن غُسل کرنا اور پاک صاف کپڑے پہننے چاہییں، حدیث شرِیف میں ہے کہ جو شخص جُمعہ کی نماز پڑھنے آئے اسے چاہیے کہ غسل کرے۔

عِید کی نماز

مُسلمان سال میں خُوشی کے دو تہوار مناتے ہیں۔ ایک کو "عیدُ الفطر" اور دُوسرے کو "عیدُ الاضحیٰ" کہتے ہیں۔ یہ دونوں بڑی خُوشی کے دِن ہیں، عِید کے دن غُسل کر کے اچھے اور پاک صاف کپڑے پہننے چاہییں۔ دوستوں سے مصافحہ کرنا اور گلے ملنا چاہیے۔

عِید کی نماز کو عِیدگاہ، کھُلے میدان یا جامع مسجد میں ادا کیا

جاتا ہے جس سے مُسلمانوں کے اِتّحاد، ان کی شان اور ان کی طاقت کا اظہار ہوتا ہے۔

رمضان المبارک میں روزے رکھنے سے مسلمانوں میں صبر و قناعت اور غریبوں کی مدد کا جذبہ اُبھرتا ہے اُس کا شُکرانہ ادا کرنے کے لیے ماہ شوال کی پہلی تاریخ کو ہم جو عِید مناتے ہیں' اُسے "عِیدُ الفِطر" کہتے ہیں۔

عیدُالاضحیٰ جسے "بقر عید" بھی کہا جاتا ہے اس میں جانوروں کی قُربانی کی جاتی ہے۔ یہ حضرت اِبراہیم خلیل اللہ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی سنّت ہے، اِس قُربانی سے مُسلمان اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جان و مال قُربان کرنے کا عہد کرتے ہیں۔ یہ عید ۱۰ ر ذی الحجّہ کو منائی جاتی ہے۔ ان دونوں عِیدوں میں دُو (۲) دُو (۲) رکعت نمازیں پڑھی جاتی ہیں اور نماز کے بعد دُو (۲) دُو (۲) خُطبے پڑھے جاتے ہیں جن کا سُننا ضرُوری ہے۔

نماز کی پابنّدی

نماز ایک فرض عِبادت ہے۔ نماز کو وقت کی پابندی سے ادا کرنا ضرُوری ہے۔ قُرآن مجید میں اِرشاد فرمایا گیا ہے کہ پابنّدی سے نماز ادا کیا کرو اور مشرک نہ بنو۔ ایک مقام پر اِرشاد ہے

"اپنے گھر والوں کو حکم دو کہ نماز پڑھا کریں اور تم خود بھی اس کی پابندی کرو۔" حضرت محمد مُصطفٰے صَلّی اللہ عَلیہ وَسَلّم اِرشاد فرماتے ہیں کہ جِس شخص نے جان بُوجھ کر نماز چھوڑ دی اس نے اللہ تعالیٰ کی ناشُکری کی۔ ایک حدیث میں ہے کہ بچّہ جب سات برس کا ہو جائے تو اس کو نماز سِکھانا چاہیے اور جب دس برس کی عُمر میں پہنچ کر نماز نہ پڑھے تو اُسے سزا دینا چاہیے۔ حضرت لُقمان نے بھی اپنے بیٹے کو دُوسری نصیحتوں کے ساتھ یہ بھی نِصیحت کی تھی کہ "بیٹا نماز کی پابندی کرنا۔" نماز اکیلے بھی پڑھی جا سکتی ہے اور جماعت کے ساتھ بھی لیکن جماعت سے پڑھنے کی بڑی تاکید ہے اور ثواب بھی زیادہ ملتا ہے، ہر شخص کو چاہیے کہ جہاں تک ہو سکے نماز جماعت کے ساتھ ادا کیا کرے۔

سِیرۃُ النّبی

صَلّیَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلّمَ

تیسرا باب

سِیرۃُ النّبی صَلَّی اللہ عَلیہِ وَ آلِہٖ وَسَلّمَ

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی ہدایت کے لیے تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر بھیجے ۔ یہ تمام پیغمبر معصُوم یعنی گناہوں سے پاک تھے ۔ ہر نبی اپنے زمانے میں ساری دُنیا سے افضل ہوتا تھا۔ ہمارے رسول اکرم صَلّی اللہُ عَلیہِ آلہٖ وَسَلّمَ تمام نبیوں اور رسولوں سے افضل ہیں۔ جو خوبیاں دوسرے تمام پیغمبروں میں تھیں، اللہ تعالیٰ نے وہ سب آپؐ کی ذات اقدس میں جمع کر دیں ۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو خاتم النبّیین یعنی آخری نبی بنا کر بھیجا ہے ۔ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہ آیا ہے، نہ کبھی آئے گا ۔ خدا نے ہمیں آپؐ کی سیرت پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے اور یہی دین و دنیا کی کامیابی کا ذریعہ ہے۔

حُضُور صَلّیَ اللہُ عَلَیہِ وَ آلِہٖ وَسَلّمَ کا پہلا سفر اور والدہ ماجدہ کی وفات

حضرت محمد مصطفٰےؐ صَلّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلّمَ کے والد ماجد جناب عبداللہ بن عبدالمطّلب آپ کی پیدائش سے کچھ مہینے پہلے مدینہ میں وفات پا چکے تھے اور وہیں دفن ہوئے تھے حضور اکرم صَلّی اللہُ عَلیہِ وَآلِہٖ وَسَلّمَ کی عمر جب چھ (۶) سال کی ہوئی تو آپؐ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بنت وَھب

آپؐ کو لے کر اپنے شوہر جناب عبداللہ کی قبر کی زیارت کے لیے مدینہ منورہ گئیں۔ اُن کے ہمراہ حضوؐر کی دایہ اُمِّ اَیْمَنْ بھی تھیں اُنھوں نے ایک ماہ وہاں قیام کیا۔ جب واپس آنے لگیں تو راستے میں وفات پاگئیں اور وہیں دفن ہوئیں۔ اُن کی وفات کے بعد اُمِّ اَیْمَنْ نے حضور اکرمؐ کو مکّہ معظّمہ میں لا کر حضوؐر کے دادا جناب عبدالمطّلب کے حوالے کر دیا۔ دادا نے پوتے کی پرورش شروع کر دی۔ جب دو سال کے بعد اُن کی وفات ہوگئی تو تربیت کی ذمّہ داری حضور انور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے حقیقی چچا جناب ابو طالب نے سنبھال لی اور زندگی بھر پوری محبّت، خُلوص اور ہمدردی سے آنحضرتؐ کی پرورش کرتے رہے۔

حُضور صَلّیَ اللہ عَلَیہِ وَ آلِہ وَسلّمَ کی گلہ بانی

عرب کے عام رواج کے مطابق ہمارے نبیؐ بچپن میں بکریاں چرانے کے لیے جایا کرتے تھے۔ آپؐ اس سادہ زندگی کا ذکر عہدِ رسالت میں بھی فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپؐ صحابہؓ کے ہمراہ جنگل سے گزُرے تو صحابہؓ نے جھڑبیریاں کھانا شروع کر دیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جو خُوب سیاہ ہوں وہ زیادہ مزیدار ہوں گی۔ یہ میرا اُس زمانے کا تجربہ ہے جب میں بچپن میں بکریاں چرایا کرتا تھا۔

حضور انور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی محنت سے دلچسپی

ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفٰے صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو محنت اور کام سے بڑی محبّت تھی آپؐ ایسے لوگوں کو جو کوئی کام کاج نہیں کرتے تھے، پسند نہیں فرماتے تھے۔ آپؐ زراعت ہو یا تجارت، اپنے گھر کا کام ہو یا لوگوں کی خدمت سب میں پیش پیش رہتے تھے اور اپنی امّت سے اسی کے خواہش مند تھے۔

حضوؐر نے ایسے کام اور پیشے کو عزّت کی نظر سے دیکھا ہے جس سے جائز کمائی کی جائے۔ حضوؐر نے خود تجارت میں حصّہ لے کر اس پیشے کو عزّت بخشی "اپنی مدد آپ" کے اصول پر آپؐ نے اپنے صحابہ کرامؓ کو محنت و مشقّت کی تعلیم دی ہے، چنانچہ تمام صحابہؓ خود اپنا کام بھی کرتے تھے اور دوسروں کے کاموں میں بھی ہاتھ بٹاتے تھے۔

شام کا سفر اور تجارت

ہمارے رسول مقبول صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا سارا خاندان ہمیشہ سے تجارت پیشہ تھا، جناب ابو طالب بھی تجارت کیا کرتے تھے،

خاندان قریش کا قاعدہ تھا کہ سال میں ایک دفعہ تجارت کی غرض سے شام جایا کرتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر تقریباً ۹ برس کی ہوگی کہ جناب ابو طالب نے حسبِ دستور شام جانے کا ارادہ کیا۔ سفر کی تکلیف یا کسی اور وجہ سے آنحضرتؐ کو ہمراہ لے جانا نہیں چاہتے تھے لیکن چونکہ آنحضرتؐ جناب ابو طالب کو اسی طرح چاہتے تھے جس طرح ابو طالب اُنہیں چاہتے تھے، اس لیے وہ جب جانے پر آمادہ ہوئے تو آنحضرتؐ ان سے لپٹ گئے اور کہنے لگے " میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گا" ابو طالب نے پہلے تو سمجھا بجھا کر ساتھ لے جانے سے روکنا چاہا لیکن بعد میں آپؐ کے اصرار سے مجبور ہو کر ساتھ لے جانے پر تیار ہوگئے۔

جناب ابو طالب اپنے چہیتے بھتیجے کو ساتھ لے کر شام جاتے ہوئے بحیرا نامی ایک عیسائی راہب کے ٹھکانے پر جا پہنچے، اس نے جب حضور انورؐ کے چہرۂ اقدس کو دیکھا تو کہنے لگا" اے سردار قریش ابو طالب! میں اس ہونہار بچے میں بزرگی کی نشانیاں دیکھ رہا ہوں اس میں آخری نبی ہونے کی تمام علامتیں موجود ہیں، سنو، میں نے اُس وقت جب کہ تم لوگ پہاڑ سے اتر رہے تھے یہ بھی دیکھا ہے کہ تمام درخت اور پتھر سجدہ کر رہے تھے، ابو طالب اسے واپس لے جاؤ اور اسے یہودیوں کے شر سے بچانے کی کوشش کرو۔ یہ سُن کر جناب ابو طالب نے اپنا تجارت کا سامان شام لے جانے کے بجائے اسی

جگہ بیچ دیا اور حضورؐ کو ساتھ لے کر مکہّ مکرّمہ واپس چلے آئے۔

آغازِ جوانی میں حُضورؐ کا معاشرے میں مَقام واَثر

یہ تو آپ پڑھ چکے ہیں کہ ہمارے نبیؐ مُلکِ عرب کے شہر مکہّ مکرّمہ میں پیدا ہوئے اور وہیں جوان ہوئے۔ اس زمانے میں وہاں کے لوگوں کی عادتیں بہت خراب تھیں، یوں سمجھیے دنیا کی تمام بُرائیاں اُن میں موجود تھیں وہ برائی کو اچھائی بلکہ اپنا کمال سمجھتے تھے۔ بُت پرستی اُن کی عادت تھی قتل و غارت، لوٹ مار، شراب نوشی اور جُوا کھیلنے کو وہ اپنی بڑائی سمجھتے تھے مگر اِن تمام بُرائیوں کا حُضورؐ پر کچھ اثر نہ ہوا اور آپؐ نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایسے اچھے اور پاکیزہ طریقے اختیار کیے کہ آپؐ کے دشمن بھی آپؐ کی تعریف کرنے لگے، یہاں تک کہ آپؐ صادق اور امین یعنی سچے اور امانت دار مشہور ہو گئے۔

حِلفُ الفُضُول

عربوں کے آپس میں لڑائی جھگڑے مشہور تھے۔ معمولی معمولی باتوں پر لڑ پڑتے تھے چنانچہ ایک دفعہ "عُکاظ" کے میلے پر یونہی باتوں باتوں میں، قیس اور کِنانہ کے قبیلوں میں جنگ چھڑ گئی۔ قریش حق

پر تھے اس لیے آنحضرت صَلَّی اللہ عَلَیہِ وَآلہٖ وَسَلّم نے بھی ان کا ساتھ دیا لیکن جنگ میں حصّہ نہیں لیا کیونکہ دونوں کافر تھے۔اس جنگ کو "حَرْبِ فِجَار" کہتے ہیں۔

اس جنگ سے بہت پہلے عربوں میں ایک معاہدہ ہوا جس میں یہ فیصلہ ہوا تھا کہ ہم ظالم کا مقابلہ اور مظلوم کی مدد کریں گے اور ظلم وستم کو مِٹا کر رکھ دیں گے۔ چنانچہ اسی مقصد کے لیے آنحضرتؐ کے چچا "زبیر" نے عَبْد بِن جَدْعَان کے مکان پر سب کو جمع کرکے کہا، میرا خیال ہے کہ مظلوم کی حمایت والے پُرانے معاہدے کو پھر زندہ کیا جائے، سب لوگوں نے اس کی تائید کی اور اس پر عہد و پیمان کیا گیا کہ ہم ظالم کا مقابلہ اور مظلوم کی مدد کریں گے۔اس معاہدے میں آنحضرتؐ نے بھی جو اُن دنوں کم سِن تھے شرکت فرمائی۔

حِلْف معاہدے کو کہتے ہیں اور فضول، فضل کی جمع ہے۔ اتفاق سے اس معاہدے میں جن لوگوں نے شروع میں حصّہ لیا تھا اور اس کی ابتداء کی تھی ان کے نام میں "فضل" آتا تھا۔ اس لیے اسے حِلْفُ الفُضُوْل کہتے ہیں۔

تعمیرِ کعبہ اور حَجَرِ اَسْوَد کا واقعہ

حضورؐ کی حُسنِ تدبیر کی ایک مثال: کعبہ کی عمارت صرف قدِ آدم

اُونچی تھی اور دِیواروں پر چھت نہ تھی اور اس کی زمین نیچی ہونے کی وجہ سے برسات کے زمانے میں بارش کا پانی حرم میں جمع ہو جایا کرتا تھا اور عمارت کو برابر نقصان پہنچ رہا تھا جس کی وجہ سے ہر سال مرمّت کرانا پڑتی تھی - آخر کار طے پایا کہ اس عمارت کو گرا کر نئے سرے سے مضبُوط عمارت بنا دی جائے۔ چنانچہ اسے ڈھا دیا گیا اور دوبارہ تعمیر شرُوع ہوگئی۔ مختلف قبیلوں نے عمارت کے مختلف حصّے آپس میں تقسیم کر لیے تا کہ کوئی اس عزّت سے محرُوم نہ رہے۔ تعمیر خلُوص کے ساتھ جاری تھی لیکن جب حجرِ اسود کے لگانے کا موقع آیا تو جھگڑا پیدا ہوگیا۔ ہر شخص یہ چاہتا تھا کہ یہ خدمت اُس کے ہاتھوں انجام پائے۔

یہ جھگڑا چار دن تک برابر جاری رہا - پانچویں دن طے پایا کہ کل صُبح سب سے پہلے جو شخص "صفا" کے دروازے سے حرم میں داخل ہو، وہی حجرِ اسود کو دیوار میں لگانے کا حق دار قرار دیا جائے - اس رائے کو سب نے پسند کیا اور مان لیا۔ صُبح ہوتے ہی سردارانِ قبیلہ حرم کی طرف دوڑ پڑے مگر خُدا کا کرنا یہ ہُوا کہ سب سے پہلے حضرت محمد مصطفٰے صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم حرم میں داخل ہوئے - انھیں دیکھ کر سب پکار اُٹھے "امین آگئے، ہمیں ان پر اعتماد ہے"۔

فیصلے کے مطابق حضورؐ کو ہی حجرِ اسود نصب کرنا تھا مگر حضورؐ نے یہ طریقہ اختیار فرمایا کہ تمام قبیلوں کے ان سرداروں کو جو حجرِ اسود کو نصب کرنے کے خواہش مند تھے الگ بلاکر ایک چادر طلب فرمائی اور اسے زمین پر بچھا دیا پھر اُس کے درمیان حجرِ اسود رکھ کر قبیلوں کے سرداروں سے فرمایا اس چادر کو پکڑ کر اُٹھائیں جب چادر اس جگہ تک پہنچی، جہاں حجر اسود کو لگانا تھا تو حضرت محمد مصطفٰے صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اپنے ہاتھوں سے اسے نصب کر دیا۔ اس طرح ایک بڑی خطرناک جنگ آپؐ کے حُسنِ تدبیر سے رُک گئی۔

حُضورؐ کی امانت و دیانت

حضرت رسُول کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی سچائی اور امانت و دیانت جوانی کے ایام میں ہی اتنی مشہور ہوگئی تھی کہ لوگ آپؐ کو صادق اور امین کہہ کر پُکارتے تھے اور اپنی امانتیں آپؐ کے پاس بے کھٹکے رکھ جایا کرتے تھے۔ بِعثت کے بعد جب عام لوگ خاص کر اپنے خاندان والے آپؐ کے دُشمن ہو گئے تھے تب بھی اکثر مکّہ والے اپنی امانتیں آپؐ ہی کے پاس رکھتے تھے۔ ہجرت

کے موقع پر جب رات کے وقت کافر آپؐ کے مکان کو گھیرے ہوئے تھے، اُس وقت بھی لوگوں کی امانتیں آپؐ کے پاس تھیں جنھیں آپؐ، امیرالمومنین حضرت علی مرتضیٰ کے سپُرد کر کے مدینہ منوّرہ تشریف لے گئے۔

چوتھا باب

اخلاقیّات

اچھی عادتیں سب کو پسند ہوتی ہیں۔ بُری عادتوں کو کوئی پسند نہیں کرتا۔ قرآن مجید اور حدیثوں میں بھی بار بار کہا گیا ہے کہ اپنے آپ میں اچھی اچھی عادتیں پیدا کرو کیونکہ انہیں سے آدمی کو عِزّت اور بلندی ملتی ہے۔

ہمارے پیارے نبیؐ کے اخلاق کی تعریف خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں کی ہے۔ دُنیا میں اسلام اخلاقِ محمّدی ہی کے ذریعے پھیلا۔ حضورؐ کے اخلاق قرآنی اخلاق تھے۔ آپؐ کے اخلاق اور آپؐ کی خوبیوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ فرمایا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔ اے حبیب! بے شک آپ اخلاق کے بڑے درجے پر ہیں۔

روزمرّہ کے مُعاملات میں حُسنِ سُلوک

مُسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اور بھائی کا بھائی کے ساتھ اچھا سلوک کرنا بڑی اچھی بات ہے۔ قرآن مجید نے بھائی چارے پر

بڑا زور دیا ہے اور رسُول اکرمؐ نے اِسے اسلام میں بنیادی حیثیت دی ہے اور اکثر اِس بات پر زور دیا ہے کہ مُسلمان دُوسرے مُسلمان سے اچھّا برتاؤ کرے ۔ ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ کوئی مُسلمان ایک دُوسرے پر ظلم نہ کرے ، ایک دُوسرے کو بے یارومددگار نہ چھوڑے اور ایک دوسرے کو ذلیل نہ سمجھے ۔ ایک دوسرے موقع پر اِرشاد فرمایا ۔ جو مُسلمان اپنے بھائی کی ضرُورت کو پورا کرے گا ، اللہ تعالیٰ خُود اس کی ضرورت پوری کر دے گا اور جو اس کی پریشانی دور کرے گا اللہ تعالیٰ بھی اس کی پریشانی دور کرے گا ۔ ایک مقام پر اِرشاد فرمایا کہ آپس میں بغض نہ رکھو ۔ حسد نہ کرو ۔ ایک دُوسرے پر بہتان نہ باندھو اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو ۔

ہمیں چاہیے کہ ہم قرآن مجید اور حضرت رسُول مقبُول صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے اِرشاد کی روشنی میں روزمرّہ کے کاموں میں ایک دُوسرے کے ساتھ اچھّا برتاؤ کریں اور اس بات کی کوشش کریں کہ ہماری وجہ سے کسی مُسلمان بھائی کو تکلیف نہ پہنچے ۔ ہمیں چاہیے کہ جب اپنے مُسلمان بھائی سے ملیں تو خندہ پیشانی سے ملیں ، اس سے مُصافحہ کریں اور اچھی اچھی باتیں کریں ۔ جب کوئی مہمان آجائے تو اس کا کھلے دل سے استقبال کریں ، اس کی خاطر داری میں کمی نہ ہونے دیں اور اسے خُوش رکھنے کی پوری کوشش کریں ۔

پڑوسیوں کے ساتھ اچھے برتاؤ کی بڑی تاکید کی گئی ہے ۔ پڑوسیوں کا خیال رکھنا بہت ضرُوری ہے اس لیے ہر مُسلمان کو چاہیے کہ اپنے

پڑوسیوں کا خاص خیال رکھے۔ ان کے دُکھ درد میں شریک ہو۔

سلام و جوابِ سلام

اسلام امن اور سلامتی کا مذہب ہے اور اس کی تعلیمات سلامتی کے پیغام ہیں۔ مسلمانوں کے لیے تاکید ہے کہ جب ایک دوسرے سے ملیں تو سلامتی کی دُعا دیں اس کے لیے اسلام نے مختصر جملہ، السّلام علیکم تجویز کیا ہے جس کے معنی ہیں تم پر سلامتی ہو۔ اس جملے کے سُننے والے پر فرض ہے کہ وہ اس طرح جواب دے "وعلیکم السّلام ورحمۃ اللہ و برکاتہ"، تم پر بھی سلام ہو اور خدا تم پر اپنی رحمت و برکت نازل کرے۔

ہمیں اس سلام و جوابِ سلام سے محبّت اور بھائی چارے کا سبق ملتا ہے اور ایک دوسرے میں محبّت کی راہ کھلتی ہے۔

حضرت رسول کریم صلّی اللہ عَلَیہ وَ آلہٖ وَسَلّم کی تعلیمات کے مطابق سلام کرنا سنّت ہے اور سلام کا جواب دینا واجب ہے۔

حضورؐ صلّی اللہ علیہ وسَلّم کے فرمان کے مطابق چھوٹا بڑے کو، سوار پیدل چلنے والے کو، راہ گزرنے والے بیٹھے ہوئے کو اور باہر سے آنے والا گھر والے کو سلام کرے۔ بچّوں کو چاہیے کہ اپنے سے بڑی عمر والوں کو ادب سے سلام کریں۔

واضح ہو کہ باہر سے آنے والی جماعت یا گروہ کی طرف سے کسی ایک کا سلام کہہ دینا کافی ہے اور اِسی طرح بیٹھی ہوئی جماعت میں سے کسی ایک کا جواب دے دینا بھی کافی ہے۔ سب کو الگ الگ سلام کہنے اور جواب دینے کی ضرورت نہیں۔

سلام میں پہل کرنا سنّت اور خوش خلقی کی نشانی ہے کسی کے سلام کا انتظار کرنا یا سلام کا جواب نہ دینا، مذمّت کے قابل اور تکبّر کی علامت ہے۔

بِسم اللہ کا اِستعمال

اِسلام نے ہر کام کے شروع کرنے کا ایک طریقہ بتایا ہے اور وہ یہ ہے کہ کام شروع کرنے سے پہلے مسلمان بِسم اللہ الرَّحمٰن الرَّحیم، پڑھ لیا کرے۔ یہ قرآن مجید کے ہر سورہ کی ابتدا میں لکھی ہوئی ہے اس کا ترجمہ یہ ہے "خدا کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔ جب کوئی کام بِسم اللہ سے شروع کیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس میں برکت پیدا کر دیتا ہے جس سے کام میں آسانی پیدا ہو جاتی ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو اہم کام بھی بسم اللہ پڑھے بغیر شروع کیا جائے وہ برکت سے خالی ہوتا ہے۔

آنحضرتؐ کا فرمان ہے کہ جب کھانا کھانے بیٹھو تو بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کیا کرو ورنہ شیطان تمہارے ساتھ شریک ہو جائے گا یعنی کھانے میں

برکت نہ ہوگی۔اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہر اچھے کام سے پہلے
بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ پڑھ لیا کریں تاکہ برکت پیدا ہو۔

سادگی اِختیار کرنا

سادگی اختیار کرنے کا مطلب ہے کہ انسان کے رہن سہن اور کھانے پینے میں تکلّف نہ ہو۔ یہ ایک اچھی عادت ہے۔ اس کی وجہ سے انسان بہت سی مصیبتوں اور پریشانیوں سے بچا رہتا ہے۔ اسلام نے سادگی کو بڑی اہمیّت دی ہے اور اسے اچّھی نظر سے دیکھا ہے۔ خُود ہمارے رسولِ کریم صلّی اللہ عَلَیہ وَآلہٖ وَسَلّم زندگی کے ہر معاملے میں سادگی پسند کرتے تھے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم سادگی کو اپنائیں اور سادہ زندگی بسر کرنے کی عادت ڈالیں۔

دُوسروں کی خِدمت

دوسروں کی خدمت کرنا انسان کی بہت بڑی نیکی ہے۔کسی کی مدد کرنے سے لوگوں کے دلوں میں بھی انسان کی عزّت ہوتی ہے اور خدا بھی خُوش ہوتا ہے۔ اسلام نے لوگوں کی خدمت کی تعلیم دی ہے۔ خدمتِ خلق کا مطلب اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے مخلوق کی مدد کرنا، ان کے ساتھ احسان کرنا، اچھا برتاؤ کرنا اور ان کی ضرورتوں

کو پورا کرنا ہے۔ حضرت رسول کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم خُود بھی لوگوں کی خدمت کیا کرتے تھے اور اپنے ماننے والوں کو حکم دیا کرتے تھے کہ اپنا کام خُود کریں اور دوسروں کے کاموں میں بھی ان کا ہاتھ بٹائیں، خصوصاً بیواؤں، یتیموں اور بے سہارا لوگوں کی مدد کرنے کا زیادہ ثواب ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم حضرت رسول مقبول صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ارشاد کا احترام کریں اور بلا جھجک دوسروں کی خدمت کیا کریں۔

والدین اور اُستادوں کا احترام

والدین یعنی ماں باپ کی عزّت اور ان کا احترام ہر قوم، ہر مذہب اور ہر زمانے میں رہا ہے پہلی امتّوں کو بھی والدین کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے، ہم نے بنیٔ اسرائیل سے عہد لیا تھا کہ اللہ کے بغیر کسی کی عبادت نہ کرنا اور والدین کے ساتھ احسان یعنی نیک سلوک کرنا۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ بڑھاپے میں والدین کی طبیعت نازک اور چڑچڑی ہو جاتی ہے اور بات بات پر انھیں کمزوری کی وجہ سے غصّہ آجاتا ہے۔ ایسے وقت کے لیے اللہ تعالیٰ نے اولاد کو ہدایت کی ہے کہ وہ صبر اور ضبط سے کام لیں، انھیں جھڑکیں نہیں۔ اگر وہ بُرا بھلا کہیں یا مار بیٹھیں تو اُف تک نہ کریں اور ان سے نرمی کا برتاؤ کرتے رہیں۔

حضرت علی مرتضٰی کا ارشاد ہے کہ اگر والدین کی بے ادبی میں اُف کہنے
سے بھی کوئی کم درجہ ہوتا تو خدا تعالیٰ اسے بھی حرام قرار دے دیتا۔

والدین کی عزّت کرنا فرض ہے۔ ان کی خوشنودی کا ہمیشہ خیال رکھنا چاہیے۔ ان کی نافرمانی کبھی نہ کرنا چاہیے ورنہ دنیا میں بھی رسوائی ہوگی اور خدا بھی ناخُوش ہوگا۔ جنّت صرف والدین کو خُوش رکھنے سے ہی مل سکتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے" جنّت تمہاری ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے یعنی جنّت ان کی رضا مندی، خدمت اور خُوشی سے ہی مل سکتی ہے۔ جس طرح والدین کی عزّت اور ان کا احترام فرض ہے" اسی طرح استادوں کی عزّت اور ان کا احترام بھی فرض ہے۔ بعض حدیثوں میں استاد کا درجہ باپ سے بڑا بتایا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ بہترین باپ وہ ہے جس نے تمہیں تعلیم دی ہے۔ اُستادوں کی عزّت کرنا چاہیے اور ان کا کہنا ماننا چاہیے۔ وہی بچّے اچھی نظر سے دیکھے جاتے ہیں جو اُستادوں کی عزّت کرتے ہیں، ان کی بات مانتے ہیں اور ان کی ہدایت پر دِل لگا کر پڑھتے ہیں۔

اس کتاب کا مسودہ وفاقی وزارتِ تعلیم
حکومتِ پاکستان کے زیرِ اہتمام تیار ہُوا،

تیار کردہ وفاقی وزارتِ تعلیم حکومتِ پاکستان و منظور شدہ وفاقی وزارتِ تعلیم حکومتِ
بموجب سرکلر نمبر F. 5-11/74-TEXT مورخہ 15 جنوری سن 1975

قومی ترانہ

پاک سرزمین شاد باد کشورِ حسین شاد باد
تُو نشانِ عزمِ عالی شان ارضِ پاکستان
مرکزِ یقین شاد باد

پاک سرزمین کا نظام قوّتِ اخوتِ عوام
قوم، مُلک، سلطنت پائندہ تابندہ باد
شاد باد منزلِ مُراد

پرچم ستارہ و ہلال رہبرِ ترقی و کمال
ترجمانِ ماضی، شانِ حال جانِ استقبال
سایۂ خُدائے ذُوالجلال

کوڈ نمبر - ۵ م - جی

سیریل نمبر ________

تاریخ اشاعت	ایڈیشن	تعداد اشاعت	قیمت
مارچ 1977ء	اول	50,000	83 پیسے